© rasailojaraid.com

فیشن پرستی اور اس کا علاج

مولانا محمد رضوان قاسمی صاحب

پہلی قسط

ہر زمانے کا ایک نعرہ ہوتا ہے جس کو زندگی کا محور بنالیا جاتا ہے۔ نعروں سے بڑی دلچسپی پیدا ہوتی ہے کیوں کہ ان میں عوامی امنگوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور یہ خیال پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ زندگی کا منتہا اور عزت کی ضمانت ہیں۔ آزادی سے پہلے "ہندوستان چھوڑو" عوام کا محبوب نعرہ تھا۔ آزادی کے بعد "ایک اور نیک بنو" کا نعرہ ایجاد ہوا۔ ایک قومی رہنما نے "قدم ملا کے چلو" کا نعرہ دیا۔ ہماری وزیر اعظم نے بھی ایمرجنسی کے دوران ملک کو بے شمار نعرے دیئے۔ یہ تو ہندوستان کی بات تھی، یہاں کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی وہاں کے حالات اور مسائل کے اعتبار سے مختلف نعرے ایجاد ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔

مگر وہ نعرہ جو سب سے زیادہ مقبول ہوا اور عوامی زندگی نے اسے ملک و مکان کی قید سے بالاتر ہو کر عملی طور پر اپنایا اور دور جدید کا دیا ہوا معیار زندگی کو بلند کرنے کا نعرہ ہے۔ یعنی عوام کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ زندگی کے طور طریق کو بدلیں نجی زندگی میں نکھار پیدا کریں۔ پوشاک کو دلکش بنائیں۔ رہن سہن میں نزاکت کو اپنائیں جو چیزیں خاص گھروں میں دکھائی دیتی ہیں وہ عام گھروں میں پہنچائیں اور گھریلو اسباب کو اپٹوڈیٹ بنائیں اور زندگی کے آخری سانس تک اپنی رہائش گاہوں کو دنیا کے حسین و نازک سامانوں سے سجائیں۔

ماضی اور حال کے آئینے میں ذرا جھانک کر دیکھئے پہلے دیہات کے لوگ گڑ اور تیل کا زیادہ استعمال کرتے تھے اب شکر اور گھی استعمال کرتے ہیں۔ چائے شہروں تک محدود تھی اب ہر گاؤں اور ہر بستی میں پی جاتی ہے۔ جسے حکومت نے بھی اب "اشیاء ما احتیاج" میں سے قرار دے دیا ہے۔ کچے مکان، پختہ مکانوں میں تبدیل ہو رہے ہیں اور کوٹ پتلون کی مقبولیت ہر جگہ۔ ہر طبقہ میں بڑھتی جارہی ہے بلکہ کوٹ پتلون کو معیارِ زندگی کا بیرومیٹر قرار دے دیا گیا ہے۔ ایک طرف "ہندوستانی کلچر" کا شور ہے اور اس کلچر کی خاطر اقلیتوں پر دباؤ ڈالا جارہا ہے دوسری طرف مغربی طرزِ زندگی کو عام مقبولیت حاصل ہو رہی ہے جب ہم مغربی قوموں کے معیار زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں ہر گھر کے لیے ایک کار ہے اور عام مزدوروں کی روزانہ اجرت پچیس سے پچاس روپے تک ہے تو ہمارے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معیار زندگی مغربی قوموں کی سطح پر آجائے اور ہم دنیا کی نظروں میں ہیٹے اور پسماندہ ثابت نہ ہوں۔

اپنی زندگی کے معیار کو بلند کرنے اور اپنے آپ کو نمایاں طور پر بڑھا چڑھا کر مغربی سانچے میں پیش کرنے کا یہی وہ ذہن اور جذبہ ہے جسے "ہم فیشن پرستی" کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ "فیشن پرستی" معاشرہ اور سماج کے لیے ایک بڑی مصیبت ہے جس کی وجہ سے ہماری مثال اس قابلِ رحم صیاد کی ہوگئی ہے جو آپ اپنے دام میں پھنس گیا ہو۔

ہر چشم بینا آج دیکھ رہی کہ وہ لڑکے اور لڑکیاں جو اسکول جاتی ہیں ان میں لباس کی دوڑ ہو رہی ہے۔ کوئی لڑکا نہیں چاہتا کہ وہ اسکول اور کالج کے دوسرے لڑکوں کی نظروں میں کمزور اور ہیچ ثابت ہو، اس دوڑ میں کوئی لڑکا یہ نہیں سوچتا کہ سرپرستوں کی آمدنی کا طول و عرض کیا ہے، اور وہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لڑکوں کے مصارف کے کس حد تک متحمل ہو سکتے ہیں۔ اگر سرپرست نادار ہیں تو لڑکے اور لڑکیوں کو اس کی پرواہ نہیں اعلیٰ پوشاک چاہیے۔ ورنہ ہم سبق ساتھیوں میں ان کی سبکی ہوگی اور وہ نظروں سے گر جائیں گے۔ اس دوڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم اور تعلیمی مسابقت سے ان کا ذہن ہٹ گیا اور ساری توجہ ان کی مرکوز ہوگئی اپنے جسم اور کپڑے کو بنانے پر اور "فیشن" میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر۔

معاشرہ میں فیشن پرستی کا یہی وہ بڑھتا ہوا رجحان ہے جس کی بنا پر ہماری نظروں سے ایسے لوگ اکثر گزرتے ہیں جو اپنے لباس سے مرفہ الحال اور اونچے درجے کے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کے گھر میں سلیقہ کا ایک بستر تک نہیں ہوتا، بلکہ ان کے گھر اصطبل سے بھی زیادہ تنگ اور غلیظ ہوتے ہیں۔ ہمارے علم میں وہ لوگ بھی ہیں جو سوسائٹی میں خاص رکھ رکھاؤ رکھتے ہیں اور کلبوں میں امیرانہ ٹھاٹ اور اعلیٰ فیشن کے ساتھ جاتے ہیں مگر جب مکان دار کرایہ کے لیے آتا ہے تو نظر بچا کر غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ نمائشی معیار زندگی بلند ہوتا دکھائی دیتا ہے لیکن اس کی بنیادیں حد سے زیادہ بوسیدہ ہیں۔ جب تک معیار زندگی حقیقی معنی میں بلند نہ ہوگا اور جلوت وخلوت کے پیمانے ایک نہ ہوں گے، معاشرے کی پستی اور بدحالی دور نہ ہو سکے گی۔

یہ کس قدر دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں "فیشن" کا معیار تو بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے، مگر سماجی اور اخلاقی طور پر یہ معیار روز بروز گرتا جا رہا ہے۔ رواداری اور مروت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اخلاص اور ایثار گھٹتا جا رہا ہے اعتماد کی بنیادیں متزلزل ہو رہی ہیں، کردار میں خود غرضی کا کیڑا لگ گیا ہے، دوسروں کی بھلائی کا خیال افسانہ بن کر رہ گیا ہے۔ مشینی اور فیشنی زندگی نے تعلقات کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ ہر شخص صبح سے شام تک لاشعوری حرکت میں ہے۔ کسی کو خبر نہیں کہ پڑوس میں کیا ہو رہا ہے اور خوشی غمی میں شریک ہونا کسے کہتے ہیں۔ مزدوروں کو گھر آکر ہوش نہیں رہتا، مل مالکوں کو حساب کتاب سے مہلت نہیں ملتی۔ تاجر پیشہ خرید و فروخت کے چکر میں ہے۔ وزراء کو وزارت کے کاموں سے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ عوام سے کوئی ربط پیدا کر سکیں۔ پوری زندگی غیر شعوری، مشینی اور فیشنی بنتی جا رہی ہے اور اخلاقی اور انسانی قدریں جو شعوری ہیں۔ موجودہ دور میں غیر شعوری خانوں میں جا پڑی ہیں اور یہ سب نمائشی معیار زندگی اور فیشن پرستی کی کرشمہ سازیاں ہیں جس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ آج انسان بڑی تیزی کے ساتھ حیوان بنتا جا رہا ہے بلکہ حیوان سے بدتر کیوں کہ حیوان اپنی جبلت سے مجبور ہے اور انسان کو خود ارادی اور خود امتیازی کا ہتھیار بھی دیا گیا ہے۔

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "فیشن" کے سلسلے میں جو اظہار خیال فرمایا ہے، وہ اس لائق ہے کہ آپ اس موقع پر نظر کے سامنے رکھ لیں لکھتے ہیں:

"موجودہ زمانے میں "فیشن" زندگی کا "آرٹ" بن گیا ہے۔" ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں سرگرم ہے فیشن ہوس کی سرمستی کا نتیجہ اور جذبات کی ہیجان انگیزی کا ذریعہ ہے۔ یہ عموماً سطحی زندگی میں سرایت کرتا اور جوہری خصوصیات کے قائم مقام بنتا ہے۔ پھر اس کو ایک حالت پر قرار نہیں بلکہ ہر روز کی نئی نگاہ کے لیے نقش ونگار درکار ہیں اور نئی شوخی کے لیے نئے آب وتاب کی ضرورت ہے اس کے بغیر حسن کے بازار میں کوئی قیمت لگتی ہے اور نہ ہوس کی دنیا میں کوئی وقعت ہوتی ہے۔

"فیشن" سے جو حسن ابھرتا ہے وہ مصنوعی ہوتا ہے اور جو نگاہیں اس کو جذب کرتی ہیں وہ بے قابی ہوتی ہیں۔ اس بنا پر کوئی صحت مند معاشرہ اس حسن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ ان نگاہوں کو غذا پہنچاتا ہے۔ جس معاشرہ میں اس کی حوصلہ افزائی ہوتی اور نگاہوں کو غذا ملتی ہے، چند دنوں کے بعد وہ خود تنگ آکر پریشان ہو جاتا ہے لیکن حسن کے میدان مسابقت میں آنے کے بعد صورت حال بے قابو ہو جاتی ہے اور حدود وقیود کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔" (احکام شرعی میں حالات وزمانہ کی رعایت ص492، ص392)

یہ واضح رہے کہ اسلام ابتدا ہی سے فیشن پرستی کے رجحان کو روکنا چاہتا ہے اور اس کے لیے سخت قوانین بنانے کا حکم دیتا ہے نیز عورت و مرد میں امتیاز قائم رکھنے کے لیے لباس، صورت، شکل اور وضع و قطع ہر ایک میں مداخلت کا حق دیتا ہے اس سے نہ تو شخصی آزادی پامال ہوتی ہے اور نہ خود مختاری مجروح ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم یہاں اسلام کی بعض اصولی ہدایات اور تعلیمات کا ذکر کریں گے، جن سے معلوم ہو گا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو "فیشن" اور ظاہر پرستی" سے کس قدر دور رکھنا چاہتا ہے اور زیبائش و آرائش کی کہاں تک اجازت دیتا ہے تاکہ زندگی "حقیقت" سے ہم آہنگ ہو، بے راہ روی اور پریشانی سے بچا سکے اور سکون و اطمینان کی لازوال دولت میسر آئے۔

(الف) "تجمل" یعنی صفائی پاکیزگی اور خوش پوشاکی کا اہتمام اور "تنعم" یعنی مسرفانہ اور عیش پسندانہ زندگی دونوں میں فرق ہے، تجمل خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، جب آپ ﷺ نیا لباس زیب تن فرماتے تو آپ ﷺ کی دعا میں یہ الفاظ بھی ہوتے "أتجمل به في حياتي" میں اپنی زندگی میں اس لباس کے ذریعے تجمل حاصل کرتا ہوں اور دوسری روایت میں ہے و کان یتجمل للوفود۔ آپ ﷺ مہمانوں کے لیے خوش وضع لباس پہنتے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص کے دل میں ایک حبہ کے برابر بھی غرور ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کسی شخص کو اچھے کپڑوں اور اچھے جوتوں کا شوق ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے، جوتے وغیرہ اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ تکبر نہیں، یہ تو جمال ہے۔ اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے، اس کو جمال پسند ہے، تکبر اور غرور تو یہ ہے کہ سچائی کے مقابلے میں اکڑ جاؤ اور گوارا نہ کرو کہ تمہاری بات نیچی ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھو (مسلم ترمذی)

اس حدیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی میں عمدہ لباس پہن کر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے اور اپنی بات کو اونچا رکھنا چاہیے تو بے شک یہ لباس غرور کا ذریعہ ہو گیا جو حرام ہے اور اگر شوق پورا کرنا ہے تو جائز اور اگر یہ نیت ہو کہ اللہ کی نعمت کا اظہار ہو اور اچھے کپڑے دیکھ کر ضرورت مند اپنی ضرورت اس کے سامنے پیش کر سکیں اور وہ ان کو پورا کرے تو اس صورت میں اچھا لباس وغیرہ پہننے میں ثواب ملے گا۔

مشہور حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، دس چیزیں انسانی فطرت میں داخل ہیں، اللہ کے تمام رسول اور نبی ان کو عمل میں لاتے رہے مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، انگلیوں کو انگلیوں کے پوروں اور جوڑوں کو صاف رکھنا، مونچھیں کٹوانا، داڑھی بڑھانا، ناخن کٹوانا، بغلوں کے بال دور کرنا، ختنہ کرنا، ناف کے نیچے بال صاف کرنا (مسلم) اس حدیث کا منشا بھی انسان کے جمالیاتی پہلو کو ابھارنا اور صفائی ستھرائی، پاکیزگی کا درس دینا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، "طہارت و پاکیزگی ایمان کا نصف حصہ ہے۔" (مسلم)

(ب) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک ظاہر ہے، یعنی گرد و پیش میں محسوس کی جا سکتی ہو اور جس کا رنگ نمایاں نہ ہو، عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ نمایاں ہو اور جس کی مہک ہلکی ہو (ترمذی)

اس حدیث میں مرد و عورت ہر دو کو خوشبو استعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے مگر دونوں کی فطرت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس طرح کہ عورتوں کو ایسی خوشبو لگانے سے روکا گیا ہے جو شہوانی جذبات کے لیے ہیجان انگیز ہو سکے۔ اس کے برعکس مردوں کے لیے تیز خوشبو کا استعمال ممنوع قرار نہیں دیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے مزاج اور فرائض و مشاغل کے لحاظ سے یہی بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے لباس اور وضع قطع میں زیادہ سے زیادہ سادگی کی راہ اختیار کریں۔ اس کے برخلاف مستورات کو رنگ آمیز خوشبو کی اجازت ہے، ظاہر ہے کہ عورت فطری طور پر زینت و آرائش کو پسند کرتی ہے۔ اس لیے اسلام نے بھی اس فطری تقاضے کو ملحوظ رکھا ہے۔

(ج) لیکن "تجمل" (پاکیزگی) میں غلو کیا جائے تو "تنعم" یعنی عیاشانہ زندگی یا دوسرے الفاظ میں "فیشن پرستی" کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں داخل ہو کر انسان اسراف فضول خرچی اور فخر نمائش میں اپنی ساری دولت کھپا دیتا ہے اور وقت کا سرمایہ بھی ضائع کرتا رہتا ہے اور اگر تجمل میں تفریط (کمی) کی جائے تو راہبانہ زندگی کا سراسامنے آجاتا ہے اس بنا پر اسلام "تنعم" اور رہبانیت (ترکِ دنیا) کے درمیان بیچ کی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے اس بیچ کی راہ کو ایک روایت میں لفظ "بذاذہ" سے تعبیر کیا گیا۔ روایت ملاحظہ ہو۔

"لوگو! کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بلا شبہ سادگی ایمان کی نشانی ہے۔ بلا شبہ سادگی ایمان کی نشانی ہے۔ (ابو داؤد)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں جس لفظ کا ترجمہ "سادگی" سے کیا گیا ہے وہ "بذاذہ" ہے شارحین نے لکھا ہے کہ بذاذہ سے مراد ایسی زندگی ہے جس میں فخر و نمائش اور تصنع و تکلف کی ملاوٹ نہ ہو، خوش پوشی اور زینت پسندی الگ چیز ہے۔ جس سے اسلام روکتا نہیں بلکہ یہ چیز تو اسلام میں مطلوب ہے۔

حروف تہجی "ج" کے ذیل میں اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی وضاحت میں ہم یہاں چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب اور شعیب عمرو کے دادا محمد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھاؤ پیو اور پہنو اور صدقہ دو۔ جب تک کہ تکبر اور اسراف کی آمیزش نہ ہو۔ (نسائی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (گھر میں) بستر ایک مرد (صاحب خانہ) کے لیے ہوتا ہے۔ ایک بستر اس کی بیوی کے لیے ہوتا ہے اور تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے گھر میں فرنیچر۔ سامان بقدرِ ضرورت ہونا چاہیے تکلف اور ٹھاٹ باٹ کی غرض سے فرنیچر اور گھر کے سامان کی بہتات شیطانی طرزِ عمل ہے جو خدا کو انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

اس روایت میں بستروں کی متعین تعداد پر زور دینا مقصود نہیں ہے بلکہ اس ذہنیت پر ضرب لگانا مطلوب ہے جس سے عیش پسندانہ اور مسرفانہ زندگی وجود میں آتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سونے چاندی کے برتن میں یا ایسے برتن میں جس میں ان دونوں میں سے کسی کی ملاوٹ ہو، پانی پیا تو وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے ڈال رہا ہے۔ (دار قطنی)

منشا یہ ہے کہ اسلام عجمی تکلفات، فیشن پرستی کے جذبات اور سرمایہ دارانہ مظاہر سے مسلم سوسائٹی کو پاک رکھنا چاہتا ہے۔

حدیث میں صرف پینے کا ذکر ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے کھانے پینے اور برتنے کی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن سے امیرانہ ٹھاٹ باٹ اور جھوٹے تکلف کا مظاہرہ ہو۔

(د) جب ایک انسان کے اندر "فیشن" کا جذبہ سرایت کر جاتا ہے تو لازمی نتیجے کے طور پر اس کی ہر بات اور ہر کام سے تصنع و تکلف کا اظہار ہوتا رہتا ہے اور اصل واقعہ اور حقیقت پر پردہ پوشی ہو کر رہتی ہے جب کہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے کہلایا گیا ہے وما انا من المتکلفین یعنی میں تصنع اور تکلف برتنے والوں میں سے نہیں ہوں اور مجھے اس لیے مبعوث نہیں کیا گیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا "ہم تکلف سے روکے گئے ہیں۔" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳)۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ ہم نے ازواجِ مطہرات میں سے کسی کسی ایک کو دلہن بنا کر آپ کے پاس بھیجا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ نکالا پہلے آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا، پھر آپ ﷺ نے اپنی دلہن کو پیش کیا، انہوں نے کہا مجھے خواہش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ (المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۴۷)۔

اگرچہ اس حدیث سے اس کی تعلیم مل رہی ہے کہ جب کسی عزیز یا دوست کی طرف سے کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو بھوک اور خواہش کے باوجود محض تکلف کے طور پر یہ کہتے ہوئے انکار نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت بھوک نہیں ہے بلکہ اس پیشکش کو قبول کر لینا چاہیے مگر اس کے ذیل میں ہر پر تکلف جھوٹ سے روکا گیا ہے خواہ وہ جس شکل اور انداز میں سامنے آئے۔

(ہ) فیشن پرستی کا اثر یوں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان نزاکت پسند اور کاہل بن جاتا ہے، ناز و انداز کی صفت اس کی طبیعت میں رچ بس جاتی ہے۔ اسی لئے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں اپنے فرامین کے ذریعہ فیشن پرستی پر پابندی لگائی تھی۔ چند ہدایات ملاحظہ فرمایئے:۔

ایک موقعہ پر فرمایا: "کھردرے بنو اور عجمیوں کی طرح ناز و انداز نہ کرو۔" ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا "اپنے کو عیش و عشرت کی زندگی اور عجمیوں کے لباس سے بچاؤ، سورج سے فائدہ اٹھاؤ، یہ عرب کا حمام ہے۔" (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۳۸)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور موقع پر یہ ہدایت فرمائی۔ "سخت بنو، موٹا جھوٹا کھاؤ، گاڑھا گزی پہنو، پرانے کپڑے استعمال کرو، سواریوں کو خوب چارہ دو، ڈٹ کر گھوڑا سواری کرو اور جم کر تیر اندازی کرو۔" (ایضاً)

ایک دفعہ ایک نوجوان کو ٹوکتے ہوئے فرمایا۔ "میاں صاحبزادے! اپنے کپڑے اونچے رکھو، اس سے کپڑے صاف رہیں گے، اور تمہارا پروردگار خوش ہوگا۔" (ایضاً)

ایک نوجوان کو زرد رنگ کا کپڑا پہنے دیکھ کر فرمایا "یہ زیب و زینت کے لباس عورتوں کے لیے رہنے دو۔" (ایضاً)

حضرت عمرؓ اپنے ان فرامین کے ذریعہ مسلم معاشرے کو دراصل اس کا عادی بنانا چاہتے تھے کہ وہ نہایت محنتی مجاہد اور جفاکش رہے اور ناز و نعم اور عیش و عشرت کی زندگی کے پاس نہ جائے۔

(و) فیشن کی وبا جب عام ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ مرد و عورت اپنا مخصوص حلیہ بگاڑ لیتے ہیں اور ایک دوسرے کا لباس اور وضع قطع بطور "فخر" اختیار کرتے ہیں۔ اسلام اس عمل پر بھی قدغن لگاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے مردوں پر لعنت برساتا ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسی عورتوں پر لعنت کرتا ہے جو مردوں کا روپ دھارتی ہیں۔ (بخاری)

یہاں جزوی اور عام معاملات میں تشبہ کو ممنوع نہیں قرار دیا جارہا ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ مرد یا عورت اپنا حلیہ اس طرح نہ بگاڑیں کہ ان کے درمیان بظاہر امتیاز نہ کیا جاسکے۔

(ز) فیشن پرستی کا ایک بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک قوم اپنے تشخص اور امتیاز سے قطع نظر دوسری قوموں کی نقالی شروع کردیتی ہے۔ مسلم قوم کو اس نقالی اور مشابہت سے روکا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔ (ابوداؤد) ممنوع تشبہ کے دو صورتیں ہوسکتی ہیں

(۱) کوئی مسلمان اپنا حلیہ اور رہن سہن کا ڈھانچہ اس طرح مسخ کر ڈالے کہ غیر مسلموں سے بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

(۲) مسلم معاشرے کا کوئی فرد یا مسلمان من حیث القوم غیر مسلموں کا شعار (قومی نشان) اختیار کرلیں۔

ان کے علاوہ غیر مسلم اقوام کی تہذیب یا رسم و رواج میں سے اگر مفید اجزاء اپنا لیے جائیں تو یہ اس اصول کے منافی نہیں۔ خذ ما صفا و دع ما کدر (جہاں سے جو چیز اچھی اور بہتر ملے لے لو اور جو چیز بری اور خراب ہو اسے چھوڑ دو)

الحکمة ضالة المؤمن (حکمت و دانائی کی بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے، جہاں پاتا ہے وہ اسے لے لیتا ہے) کا حکیمانہ ارشاد بھی آپ ﷺ کا موجود ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسلام جب بلادِ مغرب میں فاتحانہ داخل ہوا، اور اندلس و پرتگال اس کا مستقر ہوگئے تو نصف صدی نہ گزری تھی کہ یہاں کی بربری زبان بھی رخصت ہوئی، یہ ملک ایک خطہ عرب بن گیا، اور نہ صرف زبان بلکہ یورپ کی ساری اقوام وضع و قطع اور تمدن و معاشرت میں مسلمانوں کی نقل اتارنے کو فخر سمجھنے لگیں، اور یہی نہیں بلکہ آس پاس کے دوسرے ممالک فرانس وغیرہ اس کے محبوبانہ اثر سے خالی نہ رہے۔ شیخ محمد کرد علی مصری اپنے سفرنامہ اندلس و پرتگال کی سیاحت کے چشم دید واقعات اور اس کے ماضی و حال کا موازنہ بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"نہ فقط وہ ممالک یورپ جو اسلام کے زیر نگیں آچکے تھے، اسلامی زبان اور اسلامی معاشرت کے دلدادہ ہوگئے بلکہ گردوپیش کے ممالک یورپ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جلالقہ، لیئون، فارفاریوں کے سمجھدار لوگ عربی زبان سیکھتے تھے وہ مسلمانوں کے تمدن و معاشرت پر ایسے فریفتہ تھے کہ اپنے مذہبی اصول کو چھوڑ کر مسلمانوں کی وضع قطع مسلمانوں کی عادات و خصائل، مسلمانوں کی طرح اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھنے کے عادی ہوگئے تھے۔" (غابر الاندلس حاضرہا ص ۳۹)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صد افسوس کہ جو قومیں مسلمانوں کی نقالی کو بجا طور پر فخر سمجھتی تھیں، آج مسلمان بجا طور پر ان کے نقال بن گئے، وضع قطع ان کی اختیار کرلی، انہی کی طرح عورتوں کو پردہ سے نکالا اور مردوں کے دوش بدوش لا کھڑا کیا یعنی چراغِ خانہ کو شمعِ محفل بنایا، زبان بھی ان کی ہے اور بے ضرورت بھی انگریزی الفاظ بولنے کو فخر سمجھنے لگے۔

مسلمانوں نے اول صرف ان کی زبان اور وضع اختیار کی اور سمجھا کہ ایمان واسلام کا تعلق قلب سے ہے، ظاہری وضع وتراش کو اس میں کیا دخل، لیکن تجربہ نے بتلا دیا کہ یہی ایک بجلی کی رو تھی جو قلب ودماغ پر چھا گئی اور انگریزیت ونصرانیت ان کے دلوں کی تہہ میں بیٹھ گئی۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں کس قدر صحیح لکھا ہے، "کسی قوم کی زبان کا عادی ہونا اس کی عقل اور اخلاق اور دین میں کھلی ہوئی تاثیر رکھتا ہے۔"

انسانی تمدن ومعاشرت کے ایک مزاج شناس نے یہ بات بالکل تجربے کی کہی ہے کہ "جب کوئی قوم کسی قوم سے مرعوب ہوتی ہے تو اس مرعوبیت کا سب سے پہلا اثر مرعوب قوم کی زبان پر اور لباس پر پڑتا ہے، اور پھر آہستہ آہستہ اس کے رہن سہن کا پورا نظام بدل جاتا ہے اور اسے "اپنی چیز" "پرائی" معلوم ہونے لگتی ہے۔"

ایک قوم جب کسی قوم کی کوئی "چیز" غیر ضروری طور پر اپناتی ہے تو اس کے تدریجی اثرات کیا مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی ایک بہترین تمثیل مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے دی ہے، ان کی یہ تحریر انگریزی دور کی ہے، اسی پس منظر میں اسے پڑھیئے:

"ایک شخص ابتداء میں صرف انگریزی جوتا استعمال کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے ہم انگریز نہیں بن گئے، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں وہ دیکھ لے گا کہ یہ انگریزی جوتا اس کے بدن سے اسلامی پاجامہ اتروا کر ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننے پر مجبور کردے گا، پھر یہ پاجامہ اس کا اسلامی کرتہ اور عباء اتروائے گا، اور جب اعضاء وجوارح اور بدنِ انسانی کی پارلیمنٹ کے سب ارکان مغربی رنگ کے ہوگئے تو اس کے سلطان سر تاج کو مجبور ہو کر ان کا تابع بننا پڑے گا، اور انگریزی ٹوپی اسلامی عمامہ کی جگہ لے لے گی اور جب خود گھڑے گھڑائے صاحب بہادر بن گئے تو سمجھ لیجئے کہ اب گھر کے قدیم اصول ورواج کی خیر نہیں، کیونکہ یہ کسے کسائے صاحب بہادر کسی مسند پر نہیں بیٹھ سکتے، دستر خوان پر کھانا تناول نہیں فرما سکتے، نماز کے لیے بار بار وضو نہیں کر سکتے، رکوع وسجدہ نہیں کر سکتے۔ غرض گھر کا پرانا فرنیچر رخصت، طہارت وعبادت رخصت۔"

اس کے بعد مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

> "دیکھ لیا ہے ایک انگریزی جوتے کی آفت کہاں تک پہنچی اور کس طرح اس نے تمہارے دین ودنیا کو تباہ کر ڈالا حقیقت میں گناہوں کا ایک سلسلہ ہے، جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو دوسرا اس کے ساتھ خو بخود لگ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نیکی کی فوری جزا یہ ہے کہ اس کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ہوتی ہے "اور گناہ کی فوری سزا یہ ہے کہ اس کے بعد دوسرے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (ثمرات الاوراق ص ۶۵)۔ (جاری ہے)

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دور جدید میں مغربی تہذیب وتمدن، عصری درسگاہوں، فلمی صنعت اور کلچرل پروگرام کی راہ سے معاشرہ میں جو سب سے بڑی آفت اور بلا آئی ہے، وہ ہے نت نئے فیشن کو اپنانے کا جذبہ اور معیارِ زندگی کو بلند سے بلند تر کرنے کا حد سے بڑھا ہوا رجحان نتیجہ یہ نکلا کہ دل کی آواز بن گئی

جستجو کہ خوب سے خوب تر کہاں ہے
رکتی ہے جا کے دیکھئے اپنی نظر کہاں

© rasailojaraid.com